حضرت ہود علیہ السلام

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی

قرآن مجید میں جن انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے ان میں حضرت ہودؑ بھی ہیں، جو قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے۔

بعض مورخین کا نظریہ ہے کہ عاد کا اطلاق دو قبیلوں پر ہوتا ہے ایک وہ جو بہت پہلے تھا اور قرآن نے اسے عاد الاولیٰ سے تعبیر کیا، وہ غالباً تاریخ سے پہلے موجود تھا، دوسرا قبیلہ جو تاریخ بشر کے دور میں اور تقریباً ولادت مسیح سے سات سو سال پہلے تھا اور وہ عاد کے نام سے مشہور تھا، یہ احقاف یا یمن میں رہائش پزیر تھا۔

اس قبیلہ کے افراد بلند قامت اور قوی الجثہ تھے اور اسی بنا پر بہت نمایاں جنگجو شمار ہوتے تھے، اس کے علاوہ وہ متمدن بھی تھے، ان کے شہر آباد اور زمینیں سرسبز و شاداب تھیں، ان کے باغات پر بہار تھے اور انہوں نے بڑے بڑے محل تعمیر کیے تھے۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ عاد اس قبیلے کے جد اعلی کا نام تھا اور وہ قبیلے کو اپنے جدّ (دادا) کے نام سے موسوم کر کے پکارتے تھے۔

شہر ارم اور شداد کی بہشت

بعض مفسرین نے جزیرۃ العرب کے بیابانوں اور عدن کے صحراؤں میں شہر ارم کے برآمد ہونے کی ایک دلچسپ داستان بیان کی ہے جس میں وہ اس شہر کی بلند و بالا عمارات اور سامان زینت وغیرہ کی بات کرتے ہیں، لیکن مذکورہ داستان واقعیت کی نسبت خواب یا افسانے سے زیادہ تعلق رکھتی ہے۔

لیکن اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قوم عاد طاقتور قبائل پر مشتمل تھی، ان کے شہر ترقی یافتہ تھے اور جیسا کہ قرآن اشارہ کرتا ہے، ان جیسے شہر پھر آباد نہیں ہوسکے، بہت سی داستانیں شداد کی جو عاد کا بیٹا تھا، زبان زد عام ہیں اور تاریخ میں مرقوم ہیں، یہاں تک کہ شداد کی بہشت اور اس کے باغات ضرب المثل کی شکل اختیار کر گئے ہیں، لیکن ان داستانوں کی حقیقت کچھ نہیں ہے، یہ محض افسانے ہیں، یہ ایسے افسانے ہیں کہ ان کی حقیقت پر بعد میں حاشیہ آرائی کر لی گئی۔

حضرت ہودؑ برادر قوم عاد

قرآن نبی اللہ کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔(۱)

یہاں حضرت ہودؑ کو بھائی کہا گیا تھا یہ تعبیر یا تو اس بناء پر ہے کہ عرب اپنے تمام اہل قبیلہ کو بھائی کہتے ہیں کیونکہ نسب کی اصل میں سب شریک ہوتے ہیں مثلاً بنی اسد کے شخص کو ''اخو اسدی'' کہتے ہیں

اور مذحج قبیلہ کے شخص کو ''اخو مذحج'' کہتے ہیں، یا ہوسکتا ہے کہ یہ اس طرف اشارہ ہو کہ حضرت ہود کا سلوک اپنی قوم سے دیگر انبیاء کی طرح بالکل برادرانہ تھا نہ کہ ایک حاکم کا سا بلکہ ایسا بھی نہیں جو باپ اپنی اولاد سے کرتا ہے بلکہ آپ کا سلوک ایسا تھا جو ایک بھائی دوسرے بھائیوں سے کرتا ہے کہ جس میں کوئی امتیاز اور برتری کا اظہار نہ ہو۔

حضرت ہودؑ کی بہترین دلیل

حضرت ہودؑ نے بھی اپنی دعوت کا آغاز دیگر انبیاء کی طرح کیا آپ کی پہلی دعوت توحید اور ہر قسم کے شرک کی نفی کی دعوت تھی۔

ہودؑ نے ان سے کہا:

اے میری قوم خدا کی عبادت کرو، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اللہ اور معبود و لائق پرستش نہیں، بتوں کے بارے میں تمہارا اعتقاد غلطی اور اشتباہ پر مبنی ہے اور اس میں تم خدا پر افتراء باندھتے ہو۔(۲)

یہ بت خدا کے شریک نہیں ہیں، نہ خیر و شر کے منشاء و مبداء، ان سے کوئی کام بھی نہیں ہوسکتا اس سے بڑھ کر کیا افتراء اور تہمت ہوگی کہ اس قدر بے وقعت موجودات کے لئے تم اتنے بڑے مقام و منزلت کا اعتقاد رکھتے ہو؟۔

اس کے بعد حضرت ہود نے مزید کہا:

اے میری قوم میں اپنی دعوت کے سلسلے میں تم سے کوئی توقع نہیں رکھتا تم سے کسی قسم کی اجرت نہیں چاہتا۔(۳)

کہ تم یہ گمان کرو کہ میری یہ داد و فریاد اور جوش و خروش مال و مقام کے حصول کے لئے ہے یا تم خیال کرو کہ تمہیں مجھے کوئی بھاری معاوضہ دینا پڑے گا جس کی وجہ سے تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، میری اجرت صرف اس ذات پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، جس نے مجھے روح و جسم بخشے ہیں اور تمام چیزیں جس نے مجھے عطا کی ہیں وہی جو میرا خالق و رازق ہے میں اگر تمہاری ہدایت و سعادت کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو وہ اصولاً اس کے حکم اطاعت میں ہوتا ہے، لہٰذا اجر و جزا بھی میں اسی سے چاہتا ہوں نہ کہ تم سے، علاوہ ازیں کیا تمہارے پاس اپنی طرف سے کچھ ہے جو تم مجھے دو، جو کچھ تمہارے پاس ہے اسی خدا کی طرف سے ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟۔(۴)

آخر میں انہیں شوق دلانے کے لئے اور اس گمراہ قوم میں حق و حق طلبی کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے تمام ممکن وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے مشروط طور پر مادی جزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو اس جہان میں خدا مومنین کو عطا فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

اے میری قوم اپنے گناہوں پر خدا سے بخشش طلب کرو، پھر توبہ کرو اور اس کی طرف لوٹ آؤ اگر تم ایسا کرلو تو وہ آسمان کو حکم دے گا کہ وہ بارش کے حیات بخش قطرے مسلسل تمہاری طرف بھیجے۔(۵)

تاکہ تمہارے کھیت اور باغات پانی کی قلت یا پانی کے نہ ہونے کا شکار نہ ہوں اور ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں علاوہ ازیں تمہارے ایمان و تقویٰ، گناہ سے پرہیز اور خدا کی طرف رجوع اور توبہ کی وجہ سے'' تمہاری قوت میں مزید اضافہ کرے گا''۔(۶)

یہ کبھی گمان نہ کرو کہ ایمان و تقویٰ سے تمہاری قوت میں کمی واقع ہوگی ایسا ہرگز نہیں بلکہ تمہاری جسمانی و روحانی قوت میں اضافہ ہوگا۔

اس کمک سے تمہارا معاشرہ آباد تر ہوگا، جمعیت کثیر ہوگی، اقتصادی حالات بہتر ہونگے اور تم طاقتور، آزاد اور خود مختار ملت بن جاؤ گے لہٰذا راہ حق سے روگردانی نہ کرو اور

شاہراہ گناہ پر قدم نہ رکھو۔

اے ہودؑ تم ہمارے خداؤں کے غضب سے دیوانہ ہو گئے ہو؟

اب دیکھتے ہیں کہ اس سرکش اور مغرور قوم یعنی قوم عاد نے اپنے بھائی ہود، ان کے پند و نصائح اور ہدایت و رہنمائی کے مقابلے میں کیا رد عمل ظاہر کیا۔

انہوں نے کہا:

اے ہود: تو ہمارے لئے کوئی واضح دلیل نہیں لایا، ہم ہرگز تیری باتوں پر ایمان نہیں لائیں گے۔(۷)

ان تین غیر منطقی جملوں کے بعد انہوں نے مزید کہا:

ہمارا خیال ہے کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ تو ہمارے خداؤں کے غضب کا شکار ہوا ہے اور انہوں نے تیری عقل کو آسیب پہنچایا ہے۔(۸)

اس میں شک نہیں کہ (جیسے تمام انبیاء کا طریقہ کار ہوتا ہے اور ان کی ذمہ داری ہے) حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لئے کئی ایک معجزے دکھائے ہوں گے لیکن انہوں نے اپنے تکبر و غرور کی وجہ سے دیگر ہٹ دھرم قوموں کی طرح معجزات کا انکار کیا اور انہیں جادو قرار دیا اور انہیں اتفاقی حوادث گردانا کہ جنہیں کسی معاملے میں دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

انہوں نے حضرت ہودؑ پر "جنون" کی تہمت لگائی اور "جنون" بھی وہ جو ان کے زعم ناقص میں ان کے خداؤں کے غضب کا نتیجہ تھا، ان کے بے ہودہ پن اور خرافات پرستی کی خود ایک بہترین دلیل ہے۔

بے جان اور بے شعور پتھر اور لکڑیاں جو خود اپنے "بندوں" کی مدد کی محتاج ہیں وہ ایک عقلمند انسان سے کس طرح اس کا عقل و شعور چھین سکتی ہیں علاوہ ازیں ان کے پاس ہود کے دیوانہ ہونے کی کونسی دلیل تھی، اگر یہ دیوانگی کی دلیل ہے تو پھر تمام مصلحین جہان اور انقلابی لوگ جو غلط روش اور طریقوں کے خلاف قیام کرتے ہیں سب دیوانے ہونے چاہئیں۔

کیوں بت مجھے نابود نہیں کرتے

بہر حال حضرت ہودؑ کی ذمہ داری تھی کہ اس گمراہ اور ہٹ دھرم قوم کو دندان شکن جواب دیتے، ایسا جواب جو منطق کی بنیاد پر بھی ہوتا اور طاقت سے بھی ادا ہوتا، قرآن کہتا ہے کہ انہوں نے ان کے جواب میں چند جملے کہے ہیں:

میں خدا کو گواہی کیلئے بلاتا ہوں اور تم سب بھی گواہ رہو کہ میں ان بتوں اور تمہارے خداؤں سے بیزار ہوں۔(۹)

یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اگر یہ بت طاقت رکھتے ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے ختم کر دیں، میں جو علی الاعلان ان کے خلاف جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہوں اور اعلانیہ ان سے بیزاری اور نفرت کا اعلان کر رہا ہوں وہ کیوں خاموش اور معطل ہیں، کس چیز کے منتظر ہیں اور کیوں مجھے نابود اور ختم نہیں کر دیتے۔

اس کے بعد مزید فرمایا کہ

نہ فقط یہ کہ ان سے کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ تم بھی اتنی کثرت کے باوجود کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے" اگر سچ کہتے ہو تو تم سب مل کر میرے خلاف جو سازش کر سکتے ہو کر گزرو اور مجھے لمحہ بھر کی بھی مہلت نہ دو"۔(۱۰)

میں تمہاری اتنی کثیر تعداد کو کیوں کچھ نہیں سمجھتا اور کیوں تمہاری طاقت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، تم جو کہ میرے خون کے پیاسے ہو اور ہر قسم کی طاقت رکھتے ہو، اس لئے کہ میرا رکھوالا اللہ ہے، وہ جس کی قدرت سب طاقتوں سے بالاتر ہے "میں نے خدا پر توکل کیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے"۔(۱۱)

یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا

ہوں، یہ اس امر کی نشانی ہے کہ میں نے دل کسی اور جگہ نہیں باندھ رکھا اگر صحیح طور پر سوچو تو یہ خود ایک قسم کا معجزہ ہے کہ ایک انسان تن تنہا بہت سے لوگوں کے بے ہودہ عقائد کے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔

جبکہ وہ طاقت ور اور متعصب بھی ہوں یہاں تک کہ انہیں اپنے خلاف قیام کی تحریک کرے اس کے باوجود اس میں خوف وخطر کے کوئی آثار نظر نہ آئیں اور پھر نہ اس کے دشمن اس کے خلاف کچھ کر سکتے ہوں۔

آخر کار حضرت ہود علیہ السلام ان سے کہتے ہیں:

اگر تم راہ حق سے روگردانی کرو گے تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ میں نے اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔(۱۲)

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ گمان نہ کرو کہ اگر میری دعوت قبول نہ کی جائے تو میرے لئے کوئی شکست ہے میں نے اپنا فریضہ انجام دے دیا ہے اور فریضہ کی انجام دہی کامیابی ہے اگرچہ میری دعوت قبول نہ کی جائے۔

دراصل یہ سچے رہبروں اور راہ حق کے پیشواؤں کے لئے ایک درس ہے کہ انہیں اپنے کام پر کبھی بھی خستگی و پریشانی کا احساس نہیں ہونا چاہئے چاہے لوگ ان کی دعوت کو قبول نہ بھی کریں۔

جیسا کہ بت پرستوں نے آپ کو دھمکی دی تھی اس کے بعد آپ انہیں شدید طریقے پر عذاب الٰہی کی دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں:

اگر تم نے دعوت حق قبول نہ کی تو خدا عنقریب تمہیں نابود کر دے گا اور کسی دوسرے گروہ کو تمہارا جانشین بنا دے گا اور تم اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔(۱۳)

اور یہ بھی جان لو کہ میرا پروردگار ہر چیز کا محافظ ہے اور ہر حساب وکتاب کی نگہداری کرتا ہے۔(۱۴)

نہ موقع اس کے ہاتھ سے جاتا ہے اور نہ وہ موقع کی مناسبت کو فراموش کرتا ہے نہ وہ اپنے انبیاء اور دوستوں کو طاق نسیاں کرتا ہے اور نہ کسی شخص کا حساب وکتاب اس کے علم سے پوشیدہ ہوتا ہے بلکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز پر مسلط ہے۔

اس ظالم قوم پر ابدی لعنت

قوم عاد اور ان کے پیغمبر حضرت ہودؑ کی سرگذشت سے مربوط آیات کے آخری حصے میں ان سرکشوں کی دردناک سزا اور عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن پہلے کہتا ہے:

جب ان کے عذاب کے بارے میں ہمارا حکم آپہنچا تو ہود اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لا چکے تھے ہماری ان پر رحمت اور لطف خاص نے انہیں نجات بخشی۔(۱۵)

پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا:

ہم نے اس صاحب ایمان قوم کو شدید عذاب سے رہائی بخشی۔(۱۶)

یہ امر جاذب نظر ہے کہ بے ایمان، سرکش اور ظالم افراد کے لئے عذاب وسزا معین کرنے سے پہلے صاحب ایمان قوم کی نجات کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ خیال پیدا نہ ہو جیسا کہ مشہور ضرب المثل ہے کہ عذاب الٰہی کے موقع پر خشک وتر سب جل جاتے ہیں کیونکہ وہ حکیم اور عادل ہے اور محال ہے کہ وہ ایک بھی صاحب ایمان شخص کو بے ایمان اور گنہگار لوگوں کے درمیان عذاب کرے، بلکہ رحمت الٰہی ایسے افراد کو عذاب سزا کے نفاذ سے پہلے ہی امن وامان کی جگہ پر منتقل کر دیتی ہے جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ اس سے پہلے کہ طوفان آئے، حضرت نوح کی کشتی نجات تیار تھی اور اس سے پہلے کہ حضرت لوط کے شہر تباہ وبرباد ہوں حضرت لوط اور آپ کے انصار راتوں رات حکم الٰہی سے وہاں سے نکل آئے۔

یہ مناسبت بھی قابل ملاحظہ ہے کہ قوم عاد کے لوگ سخت اور بلند قامت تھے ان کے قد کو کھجور کے درختوں سے تشبیہ دی گئی ہے اسی مناسبت سے ان کی عمارتیں مضبوط ،بڑی اور اونچی تھیں یہاں تک کہ قبل اسلام کی تاریخ میں ہے کہ عرب بلند اور مضبوط عمارتوں کی نسبت قوم عاد ہی کی طرف دیتے ہوئے انہیں 'عدی' کہتے تھے، اسی لئے ان پر آنے والا عذاب بھی انہی کی طرح غلیظ اور سخت تھا، نہ صرف آخرت کا عذاب، بلکہ اس دنیا میں سخت سے سخت عذاب دیا گیا۔

عذاب الٰہی ایک نحس دن میں

قرآن مجید قوم عاد پر عذاب الٰہی کے بارے میں فرماتا ہے:

ہم نے ان پر وحشت ناک ،سرد اور تیز آندھی ،ایک ایسے منحوس دن میں جو بہت طویل تھا،ان کی طرف بھیجی۔

اس کے بعد اس تیز آندھی کی کیفیت کے بارے میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ

لوگوں کو گھن کھائے ہوئے کھجور کے تنوں کی طرح اکھاڑ دیا اور وہ ان کو ہر طرف پھینکتی تھی۔(۱۷)

قوم عاد کے لوگ قوی الجثہ تھے، انہوں نے تیز آندھی سے بچنے کے لئے زمین میں گڑھے کھود رکھے تھے اور زیر زمین پناہ گاہیں بنا رکھی تھیں لیکن اس روز آنے والی آندھی اتنی زوردار اور طاقتور تھی کہ ان کو ان کی پناہ گاہوں سے باہر نکالتی تھی اور ادھر اُدھر پھینکتی تھی وہ ان کو اس زور سے زمین پر پٹختی تھی کہ ان کے سرتن سے جدا ہوجاتے تھے_آندھی اس قدر تیز تھی کہ پہلے ان کے ہاتھ پیروں اور سروں کو جدا کرتی تھی، اس کے بعد ان کے اجسام کو بے شاخ و برگ کھجور کی طرح زمین سے اکھاڑتی تھی اور ادھر ادھر لئے پھرتی تھی۔

قرآن کریم اس قوم کے عذاب کے بارے میں دوسری جگہ کہتا ہے:

قوم عاد کی سرگزشت میں بھی ایک نشانی اور عبرت ہے، جبکہ ہم نے ان پر ایک عقیم اور بغیر بارش کا طوفان بھیجا۔(۱۸)

ہواؤں کا عقیم اور بانجھ ہونا اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ بارش برسانے والے بادل اپنے ساتھ لے کر نہ چلیں، گیاہ و نباتات میں اپنے عمدہ اثرات نہ چھوڑیں، ان میں کوئی فائدہ اور برکت نہ ہو، اور ہلاکت و نابودی کے سوا کوئی چیز ہمراہ نہ لائیں۔

اس کے بعد اس سخت آندھی کی خصوصیت جو قوم عاد پر مسلط ہوئی تھی، بیان کرتے ہوئے مزید کہتا ہے:

وہ جس چیز کے پاس سے گزرتی تھی اس کو نابود کئے بغیر نہ چھوڑتی تھی ،اور خشک کٹی پھٹی گھاس یا بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں بدل دیتی تھی۔(۱۹)

یہ تعبیر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ قوم عاد کی تیز آندھی ایک عام تیز آندھی نہیں تھی ،بلکہ انہیں تباہ کرنے اور کوٹنے چھٹنے یا پھر پیٹنے کے علاوہ اور اصطلاح کے مطابق فزیکل دباؤ سے، جلانے اور زہریلا بنانے کی خاصیت رکھتی تھی، جو طرح طرح کی اشیاؤں کو بوسیدہ اور کہنہ بنا دیتی تھی، جی ہاں، اس طرح خدا کی قدرت ''نسیم سحر'' کو ایک تیز آندھی میں بدل کر بڑی بڑی طاقتور قوموں کو اس طرح درہم و برہم کر دیتی ہے کہ صرف ان کے بوسیدہ جسم باقی رہ جاتے ہیں۔

کیا ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو

قرآن اس کے بعد اس تیز اور سرکوب کرنے والی آندھی کی ایک دوسری توصیف کو بیان کرتے ہوئے مزید کہتا ہے:

خدا نے اس کو اس قوم پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن ان کی بنیادیں اکھاڑنے کے لئے مسلط کئے رکھا(۲۰)

سات راتوں اور آٹھ دنوں میں اس عظیم قوم کی وسیع اور بارونق زندگی کو بالکل تباہ و برباد کیا اور ان کو جڑ سے اکھاڑ کر متفرق کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جیسا کہ قرآن کہتا ہے

اگر تو وہاں ہوتا تو مشاہدہ کرتا کہ وہ ساری قوم منہ کے بل گری پڑی ہے اور سوکھے اور کھوکھلے درختوں کی طرح ڈھیر ہو گئے ہیں۔(۲۱)

کتنی عمدہ تشبیہ ہے، جو ان کے طویل قد و قامت کو بھی مشخص کرتی ہے، ان کے جڑ سے اکھڑ جانے کو بھی ظاہر کرتی ہے اور خدا کے عذاب کے مقابلہ میں ان کے اندر سے خالی ہونے کو بھی بیان کرتی ہے اس طرح کہ وہ تیز آندھی جدھر چاہتی ہے انہیں آسانی کے ساتھ لے جاتی ہے۔

قرآن اس واقعہ کے آخر میں مزید کہتا ہے:

کیا تم ان میں سے کسی کو باقی دیکھتے ہو۔(۲۲)

ہاں: آج نہ صرف قوم عاد کا کوئی نام و نشان باقی نہیں بلکہ ان کے آباد شہروں اور پرشکوہ عمارتوں کے کھنڈرات اور ان کے سبز کھیتوں میں سے بھی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱،۲۔سورہ ہود، آیت ۵۰
۳،۴۔سورہ ہود، آیت ۵۱
۵۔سورہ ہود، آیت ۵۲
۶۔سورہ ہود، آیت ۵۲
۷۔سورہ ہود، آیت ۵۳
۸۔سورہ ہود، آیت ۵۴
۹۔سورہ ہود، آیت ۵۴
۱۰۔سورہ ہود آیت ۵۰
۱۱۔سورہ ہود، آیت ۵۶
۱۲، ۱۳، ۱۴۔سورہ ہود، آیت ۵۷
۱۵،۱۶۔سورہ ہود، آیت ۵۸
۱۷۔سورہ قمر، آیت ۲۰
۱۸۔سورہ ذاریات، آیت ۴۱
۱۹۔سورہ ذاریات، آیت ۳۲
۲۰۔سورہ حاقہ، آیت ۷
۲۱۔سورہ حاقہ، آیت ۷
۲۲۔سورہ حاقہ، آیت ۸

پیغمبروں کے پہچاننے کا طریقہ

ہم کیسے پہچانیں کہ نبوت کا دعوی کرنے والا اپنے دعوی میں سچا ہے؟ اگر کوئی کسی منصب یا عہدے کا دعوی کرے جیسے، سفیر، مجسٹریٹ، یا ڈی ایم، یا اس جیسا کوئی اور ہو جب تک وہ اپنے دعوی پر زندہ تحریر پیش نہ کرے کوئی بھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا؟

جب ایک انسان دعوی کرے کہ اللہ کا سفیر ہوں اور خدا نے مجھے زمین پر اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا ہے لہٰذا سبھی کو چاہئے کہ میری اتباع کریں۔

فطرت کسی بھی شخص کو بغیر کسی دلیل کے دعوی کو قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتی، تاریخ گواہ ہے کہ کتنے جاہ طلب افراد نے سادہ دل انسانوں کو دھوکا دے کر نبوت و رسالت کا دعوی کیا ہے، اسی لئے علماء علم کلام نے پیغمبروں کو پہچاننے کے لئے راستے اور طریقے معین کئے ہیں، ان میں سے ہر ایک پیغمبروں کو پہچاننے اور ان کی حقانیت کے لئے زندہ دلیل ہے۔

پہلی پہچان: معجزہ ہے علماء کلام اور دیگر مذاہب کا کہنا ہے کہ معجزہ ایسے حیرت انگیز اور خلاف طبیعت کام کو کہتے ہیں کہ جسے نبوت کا دعوی کرنے والا اپنے اور خدا کے درمیان رابطہ کو ثابت کرنے کے لئے انجام دیتا ہے اور تمام لوگوں کو اس کے مقابلہ کے لئے چیلنج کرتا ہے اور ہر شخص اس جیسا فعل انجام دینے سے قاصر ہے لہٰذا معجزہ کے تین رخ ہیں۔

۱۔ایسا کام جو انسانوں کی طاقت سے حتیٰ نوابغ دہر کی بس سے باہر ہو۔

۲۔معجزہ نبوت و رسالت کے دعوی کے ساتھ ہو اور اس کا عمل اس کے دعوی کے مطابق ہو۔

۳۔دنیا والوں کے لئے اس کا مقابلہ کرنا ''اس کے مثل لانا''، ممکن نہ ہو سبھی اس سے عاجز ہوں۔

اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں پائی جاتی تو وہ معجزہ نہیں ہے

امام صادق ؑ سے پوچھا گیا کہ، اللہ نے انبیاء و مرسلین اور آپ ''ائمہ'' کو معجزہ کیوں عطا کیا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تا کہ منصب کے لئے دلیل قرار پائے اور معجزہ ایسی نشانی ہے جسے خدا اپنے انبیاء، مرسلین اور اماموں کو عطا کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ جھوٹے اور سچے کی پہچان ہو سکے۔(بحار الانوار جلد ۱۱، ص ۷۱)